OPEN ACCESS: "*EPISTEMOLOGY*"
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.8 Issue 9 June 2021

علامہ ابن حجر عسقلانی کی الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں روایاتِ احکام (متعلقہ صلوٰۃ) کا تحقیقی جائزہ

Research Review of 'Allāma Ibn e Ḥajar'Asqalānī's Riwayāt-e-Aḥkām (related to prayer) in Al-Iṣābah fi Tamyiz Al-Ṣaḥabah

Majid Rashid
Ph.D Scholar, Department of Islamic Learning,
University of Karachi, Karachi

Dr. Muhammad Atif Aslam
Assistant Professor, Department of Islamic Learning,
University of Karachi, Karachi

Abstract: The Arabic book "*Al-Iṣābah fi Tamyiz Al-Ṣaḥabah*" is a famous book of *'Allāma Ibn e Ḥajar 'Asqalānī* on the life and contribution of the Companions. This book is quoted as a reference to decide the status of companions. Therefore, it can rightly be called the encyclopedia of the companions of the Holy Prophet (peace be upon him). The commandments mentioned in these book are still unexplored. This article deals with the same commandments. The article begins with a comprehensive introduction of the author and the book. Then, in the subject's discourse, the researchers have evaluated the aḥādith related to commandments narrated in *Al-Iṣābah*. The evaluation comprises the authenticity of narrators and text, narrators' mutual association or disassociation, and the final decree about the authenticity of a hadith in light of all available evidence. Subsequently, after the substantial discussion related to traditions about prayer, a brief conclusion is also presented by the researchers.This research paper is a tribute to the scholary piece of writing and a worthwhile study for all students and teachers of Ḥadith.

Key words: *Al-Iṣābah fi Tamyiz Al-Ṣaḥabah,'Allāma Ibn e Ḥajar 'Asqalānī, Riwayāt-e-Aḥkām*, commandments and narrations

تمہید:

علم اسماء الرجال میں راویان حدیث کے احوال سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے احادیث کی پہچان کی جائے اور صحیح و غیر صحیح میں تمیز کی جائے کیونکہ ان احادیث پر ہمارے دین کے بہت سے اعتقادی و فروعی مسائل کا دار و مدار ہے۔ علم اسماء الرجال کے ذریعے سنداً ان احادیث کو رد کیا جاتا ہے جو قابلِ اعتماد نہ ہوں۔ یہ تمیز و تفتیش اگر نہ کی جائے تو بعض ایسی باتیں دین کا حصہ شمار ہونے لگیں جو بے اصل ہوں اور نتیجتاً وہ دین کے بگاڑ کا موجب بن سکتی ہیں۔ راویانِ حدیث میں سے سب سے اولین اور قابلِ اعتماد طبقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے۔ ان کی ثقاہت و عدالت میں کسی قسم کا کوئی کلام نہیں البتہ خود صحابہ کے مابین طبقاتی فرق ان کی روایات پر اثر انداز ہوتا ہے اس بنا پر روایاتِ احکام کے مدارج کی تعیین کے لیے راویان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا جاننا نہایت اہم ہے۔ مختلف حضرات نے مختلف زمانوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص راویانِ حدیث کا ذکر اپنی کتابوں میں کیا ہے۔ انہی کتب میں سے حافظ ابنِ حجر کی کتاب "الاصابة فی تمييز الصحابة" ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔

موضوع کا تعارف:

حافظ ابنِ حجر کی کتاب "الاصابة فی تمييز الصحابة" صحابہ کرام کے ذکر میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر اس کتاب کو اصحابِ رسول ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیا جائے تو بعید نہ ہوگا۔ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف صحابہ کے ذاتی حالاتِ زندگی بلکہ ان کی طبقاتی تقسیم کی معرفت بدرجہ اتم حاصل ہوتی ہے۔ اسماء الرجال کی کتب میں راویان کے حالاتِ زندگی اور ان کی عدالت و ثقاہت پر کلام کیا جاتا ہے۔ ان کتب میں جابجا روایاتِ احکام بھی دیکھنے کو ملتی ہیں تاہم ان کی استنادی حیثیت اور حاصل ہونے والے نتائج کی اثر پذیری کا پہلو تشنہ رہ جاتا ہے۔ دیگر کتب کی مانند حافظ ابنِ حجر کی کتاب میں وارد روایاتِ احکام کا تحقیقی جائزہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ روایات اور ان میں بیان کردہ رواۃ کس معیار کے ہیں تاکہ ان سے دلیل پیش کرنا علی وجہ الکمال ہو۔ نیز اگر کسی روایت سے کسی راوی کا صحابی ہونا ثابت ہو رہا ہو تو اسے بطور دلیل پیش کرنا اور مسائل و فضائل میں اس سے کام لینا کس حد تک درست ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ان امور کی تصریح کے لیے مذکورہ موضوع کو منتخب کیا گیا ہے۔

موضوع کی اہمیت:

عصرِ حاضر میں احکام و فضائل کے بیان میں بہت سی ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جن کی استنادی حیثیت اس درجہ کی نہیں کہ انہیں کھلے عام بیان کیا جائے۔ مزید بر آں بہت سی من گھڑت روایات بھی معاشرے میں رواج پا چکی ہیں۔ یہ صورتحال شدت سے اس بات کی متقاضی ہے کہ انسانیت کی رہنمائی اور خیر خواہی کے لئے معتبر روایاتِ احکام کو جمع کیا جائے اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ تحقیق کے بعد معتبر روایات کا مجموعہ جو احکام و فضائل سے تعلق رکھتا ہو عوام و خواص کے سامنے موجود ہو تاکہ وہ اس کو مشعلِ راہ بنا سکیں اور افراط و تفریط سے محفوظ رہ سکیں۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

صحابہ کرام کے حالات زندگی کے متعلق مختلف کتب لکھیں گئیں ہیں جن میں مختلف روایاتِ احکام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں معرفۃ الصحابۃ، سائر البلدان، کتاب المعرفۃ، کتاب الصحابۃ، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، تجرید اسماء الصحابۃ، الاستیعاب، سیر اعلام النبلاء، الریاض المستطابۃ فی جملۃ من روی فی الصحیحین من الصحابۃ، تہذیب التہذیب، البدر المنیر فی صحابۃ البشیر النذیر وغیرہ اہم ہیں۔ ان تمام کتب میں صحابہ کرام کے حالات زندگی قلم بند کیے گئے ہیں۔ صحابہ کرام کی باہمی رشتہ داریاں اور مختلف حضرات کی صحابیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ صحابیت کو ثابت کرنے کے لئے آپ ﷺ کی سیرت سے متعلق مختلف روایات بھی بیان کی گئی ہیں لیکن کسی کتاب میں ان روایاتِ احکام و فضائل کو جمع کر کے ان کی تحقیق و تحلیل پیش نہیں کی گئی۔ زیرِ نظر مقالہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں روایاتِ احکام متعلقہ صلوٰۃ کا جائزۃ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے ۔اس مقصد کی خاطر روایاتِ احکام متعلقہ صلوٰۃ جو "الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ" میں بیان کی گئی ہیں ان پر بحث کی جائے گی۔ تاہم اس سے قبل حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا مختصر تعارف پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ان کی جلالتِ شان اور علمی مقام و مرتبہ کے ادراک کے بعد روایاتِ احکام پر بحث کی جائے گی۔

حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا مختصر تعارف:

علامہ ابن حجر عسقلانی کی ولادت قاہرہ میں بدھ 12 شعبان 773ھ بمطابق 18 فروری 1372ء کو ہوئی۔[1] آپ کا مکمل نام احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد، لقب شہاب الدین اور کنیت ابو الفضل ہے۔ مصر کے علاقے عسقلان

سے منسوب ہونے کی بنا پر عسقلانی مصری کہلاتے ہیں۔ تاہم آپ ابنِ حجر کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ کے آباء و اجداد میں سے کسی کا لقب حجر تھا جن کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو ابن حجر کہا جاتا ہے۔[2]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب "رفع الاصر عن قضاۃ مصر" میں اپنا تذکرہ خود لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ "پانچ برس کی عمر میں ان کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ نو برس کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ کر لیا۔ 785ھ میں یعنی بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک تراویح میں سنانا شروع کیا۔ آپ کے وصی و مربی زکی الدین ابو بکر الخروبی نے جو مصر کے بڑے تاجر تھے اسی سال حج کا ارادہ کیا تو وہ آپ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ وہاں ایک سال تک حرم میں رہے۔ یہیں آپ نے مسند حجاز شیخ عفیف الدین عبد اللہ النشاوِری سے جو شیخ رضی الدین طبری کے آخری شاگرد تھے، صحیح البخاری کا سماع کیا اور ان سے دیگر روایات کی بھی اجازت لی۔[3]

وفات:

آپ نے 79 سال 3 ماہ 26 یوم کی عمر میں اتوار 8 ذوالحجہ 852ھ بمطابق 2 فروری 1449ء کو بعد نمازِ عشاء انتقال فرمایا۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو سب سے پہلے بادشاہ مصر نے کندھا دیا پھر اور امراء و روسا نے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کے مدفن تک پہنچایا اور یوں علمِ حدیث کا ایک بیش بہا خزانہ سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اُس وقت مصر پر سلاطین برجی مملوک کی حکومت تھی۔ نمازِ جنازہ قاہرہ میں ادا کی گئی جس میں پچاس ہزار افراد شریک ہوئے۔ نمازِ جنازہ میں برجی مملوک سلطانِ مصر الظاہر سیف الدین جقمق بھی موجود تھے۔ علامہ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہیں دیکھا۔ آپ کی نماز جنازہ علامہ بلقینی نے پڑھائی۔[4]

الاصابة فی تمییز الصحابة کا اجمالی تعارف:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و واقعات پر مشتمل حافظ ابن حجر کی مکمل کتابوں میں سے ایک ہے۔ اصحابِ رسول کے متعلق یہ ایک جامع انسائیکلوپیڈیا ہے جو اب اُردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس میں 9477 صحابہ اور 1545 صحابیات کا ذکر ہے۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اہل علم کے ہاں نہایت معتبر اور اہم کتاب شمار ہوتی ہے۔ اسے صحابہ کرام کے تذکرہ میں مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔ اگر ہم اسے اصحاب رسول ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا قرار دیں تو یہ غلط نہ ہو گا۔ علم و تحقیق کے ماہرین پر اس کتاب کی عظمت پوشیدہ نہیں ہے۔ اس کتاب کے پڑھ لینے کے بعد قاری کو اس بات کا علم

ہو گا کہ صحابہ کرام میں سے کون کب ایمان لایا؟ کون اصحابِ رسول ﷺ میں شامل ہے اور کون نہیں؟ اور کس کا شمار صحابہ کرام کے کس طبقہ میں ہوتا ہے؟ غرض یہ کہ حضرات صحابہ کرام کے بارے میں اس انداز کی بے شمار معلومات اس کتاب میں بیان کی گئی ہیں۔ ایک عام پڑھے لکھے مسلمان کو بھی اس کتاب کو پڑھ لینے سے معلومات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ مل جاتا ہے اور اس پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ صحابہ کرام نے کس انداز میں دینِ حنیف کی سربلندی اور عظمت کو قائم رکھنے کے لئے کوششیں کیں۔ کتاب کی ثقاہت میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس کے مصنف کا شمار اپنے دور کی ان ہستیوں میں ہوتا ہے جو محدثین اور محققین میں ایک اعلیٰ مقام کی حامل تھیں۔ "الاصابة في تمييز الصحابة" کی ترتیب و تکمیل میں حافظ ابن حجر نے اپنی زندگی کے چالیس سال صرف کیے۔ یہ کتاب اپنے فن پر ایک ممتاز کتاب ہے۔

یاد رہے کہ اس کتاب میں موجود تمام اسماء اول تا آخر سارے صحابہ کے نہیں ہیں بلکہ ضمناً بعض غیر مسلم افراد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ مذکورہ افراد کی کل تعداد 12300 ہے جن میں 9477 صحابہ اور 1545 صحابیات ہیں۔

الاصابة فی تمییز الصحابة کی روایاتِ احکام (متعلقہ صلوٰۃ) کا تحقیقی جائزہ:

مذکورہ کتاب میں روایات احکام سے متعلق کثیر تعداد میں احادیث ذکر کی گئیں ہیں۔ اصولی طور پر یہ بحث روایاتِ احکام پر مشتمل کتب سے متعلق ہے تاہم تحقیق کا موضوع ہونے کے ناطے اس کتاب میں موجود روایاتِ احکام متعلقہ صلوۃ کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا، جس سے معلوم ہو گا کہ کتاب میں مذکور روایات کس معیار کی ہیں؟ سنداً و متناً ان کا کیا مقام ہے؟ جمع روایات میں مصنف موصوف نے دیگر محدثین اور اپنے اصول و قوانین کو مدِ نظر رکھا ہے یا نہیں؟ نیز ان کی تخریج کر کے منطقی نتائج تک رسائی کی کوشش بنیادی مقصد ہے۔ طوالت سے بچنے کی خاطر زیرِ نظر مقالہ میں نمونہ کے طور پر روایات احکام متعلقہ صلوۃ کو تفصیلاً پیش کیا جائے گا جس سے اس بات کو پرکھنا آسان ہو جائے گا کہ ان روایات سے اخذ واستدلال کس حد تک ممکن اور دیگر روایات کہاں تک ان کی تائید و تصویب کرتی ہیں۔ چونکہ مقالہ کا دائرہ کار نماز سے متعلق روایات کی حد تک ہے اس لیے صرف اسی باب سے متعلق روایات کے بیان پر اکتفا کیا جائے گا۔

فجر کی نماز کے وقت کا بیان:

"أحدهما من طريق الزهري عن عبد اللّٰه بن عبد اللّٰه بن ثعلبةعن عبد الرحمن بن يزيد بن جارية أنّ النبيّ صلّى اللّٰه عليه وآله وسلّم صلّى الفجر فغلس بهاشم

صلاها بعد ما أسفرثم قال:ما بينهما وقت."[5]

ترجمہ: ان دو میں سے ایک بطریق زہری ہے عبد اللہ بن عبد اللہ بن ثعلبہ عن عبد الرحمن بن یزید بن جاریہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار انتہائی تاریکی میں اور دوسری بار اچھی بھلی روشنی میں فجر کی نماز پڑھائی اور فرمایا: اصل وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان میں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فجر کی نماز کو فجر کے ابتدائی وقت یعنی اندھیرے میں اور دوسرے موقع پر فجر کے آخری وقت یعنی روشنی میں ادا فرمایا۔ بعد میں یہ تعلیم دی کہ فجر کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان میں ہے۔ گویا اس ایک روایت میں نمازِ فجر کے وقت کی ابتداء وانتہا کے ساتھ افضل وقت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے۔

تخریج روایت:

اس روایت کی مؤید و مشاہد بہت سی روایات پیش کی جاسکتی ہیں جن سے فجر کی نماز کے وقت کا علم ہوتا ہے۔ ان میں ایک روایت وہ ہے جسے امام طبرانی نے پیش کیا ہے۔ اس روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے عبد الرحمٰن بن یزید بن جاریہ ہیں اور مضمون بھی وہی ہے جس کو ابن حجر نے پیش کیا۔ لہذا اس روایت سے روایت مذکورہ کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔[6]

مسند ابو یعلیٰ میں بھی فجر کی نماز کے بارے میں روایت موجود ہے مگر متن اور سند میں فرق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے مشہور صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ متن کا مفہوم وہی ہے جو مذکورہ روایت کا ہے البتہ الفاظ کچھ مختلف انداز میں وارد ہیں۔[7] لہذا اس روایت کو روایتِ مذکورہ کے لئے بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے۔

صحیح ابن حبان میں بھی روایت مذکورہ کی شاہد روایت موجود ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فجر کی نماز کے باب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو ذکر کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فجر کا وقت ان دو وقتوں کے درمیان ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس روایت میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت نقل کرنے والے ابو سلمہ ہیں اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مضمون تقریباً وہی ہے۔[8] مسند بزار میں بھی روایت مذکورہ کی تائید میں روایت موجود ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز کے وقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرکے دکھایا اور سائل کو بلوا کر خبر دی کہ فجر کی نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔[9] امام بزار نے مزید یہ وضاحت کی ہے کہ یہ روایت ابو اسامہ اور یحییٰ اموی

سے منقول ہے۔ایک اور سندفضل بن موسیٰ عن محمدبن عمروعن ابی سلمۃعن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ بھی ہے جس میں نماز کے اوقات کو بیان کیا گیا ہے۔[10]

نمازِ فجر کے وقت کے بارے میں روایات کا مجموعی موازنہ ومحاکمہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح لغیرہ کا لگایا گیا ہے اس لئے کہ اس طرح کے متن میں اسانید کی کل تعداد 226 ہے جن میں 52.7 فیصد یعنی 119 اسناد صحیح ہیں اور 26.5 فیصد یعنی 60 اسناد حسن ہیں۔19.0 فیصد یعنی 43 اسناد ضعیف، 1.3 فیصد یعنی 3 اسناد شدید ضعیف، 4. فیصد یعنی 1 سند متہم بالوضع ہیں۔ اس روایت کے 150 شواہد ہیں۔اس روایت کو عبد الرحمٰن بن یزید مرسلاً نقل کرتے ہیں کیونکہ صحابی کا واسطہ ساقط کر دیا گیا ہے۔

گرمیوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر کا حکم:

"وفي رواية الحاكم: سمعت القاسم بن صفوان عن أبيه وكانت له صحبة أنه سمع النبيّ صلّى اللّه عليه وسلم يقول:أبردوا بصلاة الظّهر، فإنّ شدّة الحرّ من فيح جهنّم۔"[11]

ترجمہ: حاکم کی روایت میں ہے کہ میں نے قاسم بن صفوان سے سنا اور انہوں نے اپنے والد سے سنا اور ان کے لئے صحابیت ثابت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے کہ ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی آگ میں سے ہے۔

روایت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ موسم گرما میں ظہر کی نماز تاخیر سے ادا کیا کرتے اور امت کو بھی اسی کی تعلیم دیا کرتے تھے۔یہ امر امت کے حق میں آپ ﷺ کی شفقت ورحمت کی ایک نمایاں مثال ہے۔

تخریج روایت:

معرفۃ الصحابہ میں بھی گرمیوں میں ظہر کی نماز کی تاخیر کے بارے میں روایت نقل کی گئی ہے جس میں صفوان اپنے والد سے نقل کر رہے ہیں اور وہ حضور ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں۔اس روایت سے روایت مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔اسی کی مثل روایت ابو احمد الزبیری نے بھی نقل کی ہے جس میں بشیر آپ ﷺ سے اس کی مثل روایت نقل کر رہے ہیں جس کو بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے۔[12]

امام بخاری نے بھی التاریخ الکبیر میں کچھ الفاظ کی تبدیلی سے یہی مضمون نقل کیا ہے کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز میں تاخیر کی جائے کیونکہ گرمی جہنم کی شدت میں سے ہے۔اس سے روایت مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔[13]

مسند بزار میں یہی روایت ایک اور سند سے بیان کی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ آپ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گرمیوں میں ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا چاہیے۔ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد صاحب کتاب اس حدیث کو عبید اللہ خبیب سے محفوظ نہیں کہتے مگر عبد الوہاب سے محفوظ کہتے ہیں۔[14]

امام حاکم بھی اس روایت کی مؤید روایت نقل کرتے ہیں جس میں قاسم بن صفوان زہری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔روایت سے ان کی صحابیت اور مذکورہ مضمون واضح ہوتا ہے۔[15]

الفوائد میں روایت ایک اور سند سے مروی ہے جس میں عمرو بن عبسہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت کا ایک حصہ مذکورہ مفہوم سے متعلق ہے اس لئے اس روایت کو بھی بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے۔

عصر کی نماز کے بعد نماز سے منع کرنے کا حکم:

"اخرج عنه من طريق أبي عمرو الأوزاعي حدثني يحيى بن أبي كثير حدثني قرة بن أبي قرة قال رأى أبوسعدالساعدي رجلايصلّي بعدالعصرفقال له لاتصل فإنّي سمعت رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلّم يقول لاتصلّوا بعد صلاة العصر "[16]

ترجمہ: ابو عمرو اوزاعی کے طریق سے تخریج کی گئی ہے کہ بیان کیا مجھے یحیی بن ابی کثیر نے اور بیان کیا مجھے قرۃ بن ابی قرۃ نے اور انہوں نے کہا کہ ابو سعد الساعدی نے ایک آدمی کو عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کو کہا کہ عصر کے بعد نماز نہ پڑھو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ عصر کے بعد نماز نہ پڑھو۔

روایت سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ جب صحابی رسول ﷺ نے ایک آدمی کو ایسا کرتے دیکھا تو منع کرنے کے لئے دلیل کے طور پر آپ ﷺ کے عمل کو پیش کیا۔ گویا کہ عصر پڑھ لینے کے بعد مزید نماز کی ممانعت آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔فقہاء نے ممانعت کا دائرہ کار نفلی نماز تک محدود رکھا ہے جس کی تفاصیل فقہ کی مطولات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

تخریج روایت:

یہ روایت مختلف محدثین نے الفاظ کی تبدیلی اور بعض مقامات پر سند کی تبدیلی کے ساتھ ذکر کی ہے جن میں سے چند ایک حوالے درج ذیل ہیں:

اوّل: صحیح ابنِ خزیمہ میں اس روایت کو ایک اور انداز سے بیان کیا گیا ہے جس میں ابو العالیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ میرے پاس چند پسندیدہ لوگ حاضر ہوئے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور میرے نزدیک ان میں سب سے پسندیدہ حضرت عمر تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے قول کو نقل کیا کہ عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک نماز نہیں ہے۔ مزید ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ نے یوم الفطر اور یوم النحر کے روزہ سے منع فرمایا۔[17] اس روایت کو الاصابہ کی روایت کے لئے بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں مذکورہ مضمون زیادہ واضح الفاظ میں موجود ہے۔

دوم: سنن ابی داؤد میں بھی صحیح ابن خزیمہ کی روایت کی مماثل روایت نقل کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے۔[18] یہ سند بھی الاصابہ کی روایت کے لئے بطور شاہد پیش کی جاسکتی ہے کیونکہ اس میں سند کے رواۃ تبدیل ہیں اور متن کا مفہوم وہی ہے کہ عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک نماز نہیں۔

عصر کے بعد نماز نہ پڑھنے کے بارے میں روایات کا مجموعی موازنہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح لغیرہ کا لگایا گیا ہے۔ مذکورہ مفہوم میں اسانید کی کل تعداد 860 ہے جن میں 35 فیصد یعنی 300 اسناد صحیح، 32 فیصد یعنی 277 اسناد حسن، 27 فیصد یعنی 231 اسناد ضعیف، 4 فیصد یعنی 34 اسناد شدید ضعیف، 1.5 فیصد یعنی 13 اسناد متہم بالوضع ہیں اور 0.5 فیصد یعنی 4 اسناد موضوع ہیں۔ اس روایت کے 649 شواہد ہیں۔

مغرب کی نماز کی ادائیگی میں تاخیر کرنے کا حکم کب تک؟

"روى ابن مندة من طريق محمدبن الضّوءبن الصّلصال عن أبيه عن جدّه قال كنا عند النبيّ صلّى اللّه عليه وسلم فقال لا تزال أمّتي على الفطرةما لم يؤخّرواصلاة المغرب إلى اشتباك النّجوم."[19]

ترجمہ: ابن مندہ نے روایت کیا محمد بن الضوء بن صلصال کے سے۔ وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادا سے نقل کیا کہ ہم آپ ﷺ کے پاس تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی جب تک مغرب کی نماز کو ستاروں کے اشتباک تک مؤخر نہ کرے۔

روایت میں مغرب کی نماز میں بے جا تاخیر کو خلافِ فطرت گردانا گیا ہے۔ چنانچہ نمازِ مغرب میں افضلیت کا معیار یہی قرار پاتا ہے کہ حلولِ وقت پر اس کی ادائیگی میں تاخیر نہ کی جائے۔

تخریج حدیث:

تاریخ بغداد میں ایک روایت ذکر کی گئی ہے جس میں مغرب اور فجر کی نماز کے آخری وقت کو بیان کیا گیا ہے۔ مرکزی راوی صلصال ہی ہیں اس لئے اس روایت کو بطور تائید کے پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس روایت میں صلصال بن دلہمس سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان فطرت پر باقی رہیں گے جب تک مغرب کی نماز میں زیادہ تاخیر نہ کریں۔ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد راوی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس سند کے علاوہ بھی محفوظ کی گئی ہے۔ محمد بن الضوء اس مقام پر نہیں کہ ان سے علم لیا جائے یعنی وہ کذاب اور ان لوگوں میں سے ہیں جن پر شربِ خمر اور فجور میں مبتلا ہونے کا اتہام لگایا گیا ہے اور وہ اس میں مشہور ہیں۔[20]

اسی طرح مرثد بن عبد اللہ کی روایت میں یہی مضمون ایک نئے طرز پر بیان کیا گیا ہے جس میں مرثد بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ابو ایوب تشریف لائے۔ اس وقت عقبہ بن عامر مصر پر حکمران تھے۔ انہوں نے مغرب کی نماز میں تاخیر کی تو ابو ایوب ان کی طرف کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اے عقبہ یہ کون سی نماز ہے؟ جواب ملا کہ ہم مصروف ہو گئے تھے۔ جس پر انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے یہ اس لئے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ خیال کرنے لگیں کہ آپ نے حضور ﷺ کو ایسے کرتے ہوئے دیکھا یا پھر ایسا آپ نے کہا کیونکہ میں نے رسول ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت ہمیشہ خیر پر رہے گی یا فرمایا کہ فطرت پر رہے گی جب تک کہ مغرب کی نماز کو ستاروں کے جکڑے جانے تک مؤخر نہ کریں۔[21]

امام بزار نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے جس سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے اس لئے اس روایت کو بھی بطور شاہد کے پیش کیا جاسکتا ہے۔[22] تاریخ بغداد میں اسی راوی کی سند سے نماز مغرب کے

آخری وقت کو بیان کیا گیا ہے۔اس روایت میں کچھ اضافہ بھی ہے۔اس روایت کو بطور مؤید پیش کیا جا سکتا ہے۔[23]

نمازِ مغرب کے آخری وقت کے بارے میں روایات کا مجموعی موازنہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح لغیرہ کا لگایا گیا ہے۔اس طرح کے متن میں اسانید کی کل تعداد 88 ہے جن میں 11.4 فیصد یعنی 15 اسناد صحیح، 40.9 فیصد یعنی 36 اسناد حسن، 30.7 فیصد یعنی 27 اسناد ضعیف، 13.6 فیصد یعنی 12 اسناد شدید ضعیف، 1.1 فیصد یعنی 1 اسناد متہم بالوضع اور 2.3 فیصد یعنی 2 اسناد موضوع ہیں۔اس روایت کے 71 شواہد ہیں۔خطیب بغدادی نے سند یہی ذکر کی ہے لیکن متن کے اندر کچھ اضافہ ہے ۔مغرب کی نماز کے آخری وقت کا بیان کئی صحابہ کرام کی اسناد سے ذکر کیا گیا ہے۔یہ تمام روایات ایک دوسرے کے مفہوم کو تقویت دیتی ہیں۔

مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز پڑھنے کا حکم:

"ذكره ابن شاهين وأخرج من رواية ابن المبارك عن سليمان التيمي عن رجل قال: قيل لعبدة مولى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم: هل كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم يأمر بصلاة غير المكتوبة؟ قال:بين المغرب والعشاء."[24]

ترجمہ:اس کو ابن شاہین نے نقل کیا اور اس روایت کی تخریج ابن مبارک کے طریق سے کی۔انہوں نے سلیمان التیمی سے نقل کیا اور انہوں نے ایک آدمی سے اور انہوں نے کہا کہ عبدۃ مولیٰ رسول ﷺ کو کہا گیا کہ کیا آپ غیر مکتوبہ نماز کا حکم دیتے تھے تو انہوں نے کہا کہ درمیان مغرب اور عشاء حکم دیتے تھے۔

روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

تخریج روایت:

اسی سند کے ساتھ اسد الغابہ میں روایت موجود ہے ۔نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ یہ بھی بیان کیا کہ اس روایت کی تخریج ابو موسیٰ نے بھی کی ہے۔اس بنا پر روایت کو بطور مؤید پیش کیا جا سکتا ہے۔[25] الزہد والرقائق میں عبدۃ مولیٰ رسول ﷺ کے دوسرے نام عبید مولیٰ رسول ﷺ کی سند سے روایت ذکر کی گئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کے درمیان فرض کے علاوہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔اس روایت کو بھی بطور مؤید پیش کیا جا سکتا ہے۔[26]

امام بیہقی نے بھی عبیدِ رسول ﷺ کا ذکر کیا ہے جبکہ اسفل سند والے رواۃ تبدیل ہیں۔ وہی مضمون ذکر کیا گیا ہے کہ جب آپ ﷺ سے نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کے جواز کو بیان کیا۔ روایت بیان کرنے کے بعد یہ بھی بتایا کہ اس باب میں اُم مبشر انصاریہ سے مرفوعاً بھی روایت منقول ہے۔ اس حدیث کو بھی بطور مؤید پیش کیا جاسکتا ہے۔[27]

صحیح ابنِ خزیمہ کی دو متصل روایات جن کے راوی بالترتیب حضرت ابوہریرۃ اور حضرت حذیفہ ہیں سے مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ نیز اس میں صلوۃ غیر مکتوبہ کی فضیلت کا بھی بیان ہے کہ جس کے مطابق جس کسی نے مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ بات نہیں کی تو اس کو بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اس روایت کو بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے۔[28] اسی طرح صحیح ابن خزیمہ کی ایک روایت میں مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھنے کے ضمن میں آپ ﷺ کا عمل مذکور ہے۔ اس روایت کو نقل کرنے والے ایک اور روای یعنی حضرت حذیفہ بن یمان ہیں۔ اس روایت کو امام نیسابوری نے "بَابُ فَضْلِ التَّطَوُّعِ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ" کے تحت ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس روایت کو بطور شاہد پیش کیا جاسکتا ہے۔[29] اسی طرح سنن ابن ماجہ کی روایت جس کی راویہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں میں مغرب اور عشاء کے درمیان بیس رکعت غیر مکتوبہ نماز کی ادائیگی پر جنت میں گھر کی خوشخبری کا بیان ہے۔[30]

امام احمد بن حنبل نے بھی عبید مولی النبی ﷺ کی سند سے روایت بیان کی جس میں ان سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ فرض نماز کے بعد ماسوا فرائض نماز پڑھنے کا حکم دیتے تھے تو انہوں نے کہا جی ہاں مغرب اور عشاء کے مابین۔ اس روایت کو بھی بطور مؤید پیش کیا جاسکتا ہے۔[31]

دوسری روایت:

"حدثنا معتمر بن سليمان عن أبيه عن رجل عن عبيدمولى النبيّ صلى اللّٰه عليه وسلّم أنه سئل أكان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلّم يأمر بصلاة بعد المكتوبة أو سوى المكتوبة؟ قال نعم بين المغرب والعشاء."[32]

ترجمہ: معتمر بن سلیمان نے اپنے والد سے نقل کیا انہوں نے ایک آدمی سے انہوں نے مولیٰ النبی ﷺ سے نقل کیا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ فرض کے بعد فرض یا ماسوا فرض نماز کا حکم دیتے تھے ؟ تو انہوں نے کہا جی ہاں مغرب اور عشاء کے درمیان۔

تخریج حدیث:

اس روایت کی مؤید روایت امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں نقل کی ہے جس میں حکم رسول ﷺ کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔[33] حلیۃ الاولیاء میں بھی اس روایت کی تائید میں ایک روایت موجود ہے جس میں آپ ﷺ سے مغرب کے بعد فرض اور غیر فرض نماز پڑھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں نماز کو جائز قرار دیا۔ اس روایت کو شعبہ اور ابن مبارک نے بھی سلیمان تمیمی سے نقل کیا ہے۔[34]

شعب الایمان میں امام بیہقی مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کے جواز والی روایت نقل کرتے ہیں اور رجل کی مراد بھی واضح کرتے ہیں کہ اس سے مراد عبد اللہ ہیں جو عبید مولیٰ رسول ﷺ سے روایت نقل کر رہے ہیں۔ اس روایت سے بھی روایت مذکورہ کی تائید ہوتی ہے۔[35]

التاریخ الکبیر میں امام بخاری بھی مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کے جواز والی روایت نقل کرتے ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ امام بخاری رجل کی جگہ نام کو ذکر کرتے ہیں۔ مضمون میں مطابقت کی بنا پر یہ روایت بھی مذکورہ روایت کے لیے مؤید ہے۔[36]

المسند الموضوعی الجامع للکتب العشرۃ میں التطوع بین المغرب والعشاء کے باب کے تحت اس روایت کو ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فرض اور غیر فرض دونوں طرح کی نمازیں جائز ہیں۔ البتہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد شیخ شعیب ارنؤوط کا قول نقل کیا گیا ہے کہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہے۔[37]

مغرب اور عشاء کے درمیان غیر مکتوبہ نماز پڑھنے والی روایات کا مجموعی موازنہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح کا لگایا گیا ہے۔ اس طرح کے متن میں اسانید کی کل تعداد 22 ہے جن میں 40.9 فیصد یعنی 09 اسناد صحیح، 40.9 فیصد یعنی 9 اسناد حسن، 18.2 فیصد یعنی 04 اسناد ضعیف ہیں۔ اس مضمون کی کوئی

روایت شدتِ ضعف یا اتہام بالکذب یا بالوضع کے وصف سے متصف نہیں۔ اس روایت کے پانچ شواہد ہیں۔ اس کی تخریج میں 13 روایات پیش کی جاتی ہیں۔

مغرب کی سنتوں کو اپنے گھر میں پڑھنے کا حکم:

"أخرج أحمدحديثه في مسندةمن طريق محمدبن إسحاق حدثني عاصم بن عمربن قتادةحدثني محمودبن لبيدقال أتاناالنبيّ صلى اللّٰه عليه وآله وسلم فصلى بنا المغرب في مسجدنافلماسلم قال اركعواهاتين الرّكعتين في بيوتكم يعني السّبحة بعد المغرب." [38]

ترجمہ: امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق محمد بن اسحاق حدیث نقل کی کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بحوالہ محمود بن لبید نقل کیا۔ فرمایا کہ ہمارے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ہمیں مسجد میں نماز پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو فرمایا ان دو رکعتوں کو اپنے گھر میں پڑھا کرو۔ یعنی صبح کی دو سنتیں اور مغرب کے بعد دو سنتیں۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا نہ صرف اپنا عمل مذکورہ سنتوں کو گھر میں پڑھنے کا تھا بلکہ آپ دوسروں کو بھی اسی کی تلقین فرماتے تھے۔

تخریج روایت:

محمود بن لبید کی سند سے موجود دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا عمل یہی تھا کہ مغرب کی سنن کو گھر میں ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اس روایت میں قتادہ محمود بن لبید سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بنی عبد اشہل آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ پھر جب سلام پھیرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دو رکعتوں کو اپنے گھر میں پڑھا کرو۔ قتادہ نے کہا کہ محمود اپنی قوم کے امام تھے۔ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے۔ پھر نکلتے مسجد کے صحن میں بیٹھتے تو عتمہ سے کچھ پہلے کھڑے ہوتے اور گھر میں جا کر بقیہ نماز ادا فرماتے۔ اس روایت کو بطور تائید کے پیش کیا جا سکتا ہے۔[39] سنن ابن ماجہ کی روایت میں بھی صحابی محمود بن لبید رافع بن خدیج سے منقول ہے جس میں پہلے آپ ﷺ کا عمل اور پھر قول ذکر کیا گیا۔[40] اسی طرح مسند احمد کی روایت میں بھی مذکورہ مفہوم کے بارے میں آپ ﷺ کا قول موجود ہے۔[41] امام طبرانی نے بھی مغرب کی سنن کی ادائیگی کے بارے میں آپ ﷺ کا حکم ذکر کیا ہے۔[42] یہ تمام روایات مذکورہ مفہوم کے لیے مؤید ہیں۔

گھر میں سنتیں پڑھنے والی روایات کا مجموعی موازنہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح لغیرہ کا لگایا گیا ہے۔ اس متن میں اسانید کی کل تعداد 191 ہے جن میں 39.3 فیصد یعنی 75 اسناد صحیح، 38.2 فیصد یعنی 73 اسناد حسن، 16.8 فیصد یعنی 32 اسناد ضعیف، 1.6 فیصد یعنی 3 اسناد شدید ضعیف اور 4.2 فیصد یعنی 8 اسناد متہم بالوضع ہیں۔ اس مفہوم کی کوئی روایت موضوع نہیں اور اس کے 121 شواہد ہیں۔

مسافر کے لئے نماز و روزے کا حکم:

"ذكر له من طريق الليث عن معاوية بن صالح عن عصام بن يحيى عنه حديثا في الصيام مثل حديث أنس بن مالك القشيري الكعبي إنّ اللّٰه وضع عن المسافر الصوم وشطر الصّلاة"[43]

ترجمہ: روزے کے بارے میں حضرت انسؓ کی حدیث کی مثل حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نماز کا ایک حصہ ساقط کر دیا ہے۔

مسافر کے لیے نماز اور روزہ میں تخفیف روایت سے معلوم ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حالتِ سفر میں روزہ افطار کرنے کی گنجائش ہے جس کی قضا حالتِ حضر میں کی جائے گی جبکہ نماز کی بطریقِ قصر ادائیگی کرنا ہو گی۔

تخریج حدیث:

امام بیہقی نے ایک اور سند سے یعنی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس میں مسافر کے لیے افطار کی گنجائش کو ذکر کیا ہے۔ مزید بیان ہے کہ مسافر کے ساتھ حاملہ عورت اور بچوں کو دودھ پلانے والی کے لئے بھی آسانی ہے۔ اس روایت کو روایت مذکورہ کے لئے بطور شاہد پیش کیا جا سکتا ہے۔[44]

مسند احمد میں بھی حضرت انس کی سند سے سفر کی حالت میں افطار کی رخصت کو بیان کیا گیا۔ اس کے بعد جن صحابی کو آپ ﷺ نے کھانے کا حکم دیا وہ بے چین رہتے تھے کہ کاش جب آپ ﷺ نے بلایا تھا تو میں کھانا کھالیتا۔[45]

سنن نسائی میں ایک اور سند کے ساتھ یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ سفر شرعی کی حالت میں روزہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس بارے میں آپ ﷺ کے قول و فعل کو نقل کیا گیا۔ جب راوی نے آپ ﷺ کو روزے کا بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزے اور نماز کے ایک حصے کو ساقط کر دیا ہے۔ یہ تمام مذکورہ روایت کے لیے مؤیدات ہیں۔[46]

سفر کی حالت میں نماز میں قصر کے بارے میں روایات کا مجموعی موازنہ:

اس روایت کی سند پر مجموعی حکم صحیح لغیرہ کا لگایا گیا ہے۔ اس متن میں اسانید کی کل تعداد 211 ہے جن میں 25.1 فیصد یعنی 53 اسناد صحیح، 56.9 فیصد یعنی 120 اسناد حسن، 16.1 فیصد یعنی 34 اسناد ضعیف، 1.4 فیصد یعنی 03 اسناد شدید ضعیف اور 0.5 فیصد یعنی 1 سند متہم بالوضع ہے۔ موضوع اسانید کی تعداد صفر ہے۔ اس روایت کے 74 شواہد ہیں۔ روایت کی تخریج میں 67 روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں سے اکثر میں راوی انس بن مالک ہیں۔

خلاصہ مباحث:

ابن حجر کی کتاب الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ میں موجود روایاتِ احکام کے تفصیلی مطالعہ کے بعد (جس میں روایات کے رواۃ سے بحث کی گئی اور متن کی تخریج کر کے مکتبہ جوامع القلم کی روشنی میں اعداد کی صورت میں حکم لگانے کے بعد جس طرح کے دو روایات کو مثال کے طور پر تفصیلی طور پر بیان کیا گیا) یہ بات واضح ہوتی ہے کہ باوجود اس کے کہ ابنِ حجر کی یہ تصنیف اصلاً احکامات، فضائل یا روایاتِ سیرت کے لئے نہیں بلکہ صحابہ کرام کی صحابیت ثابت کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔ ابن حجر جب روایاتِ احکام کو ذکر کرتے تو ان کی صحت اور معیارِ استناد پر نظر مرکوز رکھتے تھے۔ احکام سے متعلق جو روایات کتاب میں دستیاب ہیں ان میں زیادہ تر روایات پر اجماعی حکم صحت یا حسن کا لگایا گیا ہے۔ نیز موصوف زیادہ تر انہیں روایات کو ذکر کرتے ہیں جو صحیح کتب میں عام طور پر موجود ہیں اور ان کی مؤید و شاہد روایات بھی کثرت سے مل جاتی ہیں۔ ان روایات کو مختلف مسائل میں بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے اور اس بابت کسی تذبذب کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ یہ محض صحابہ کے حالات پر مشتمل ہے اور اس سے مسائل و فضائل میں دلیل نہیں مل سکتی۔ بوقت ضرورت اس سے نہ صرف استفادہ ممکن بلکہ بہت سے فروعی احکام میں ان روایات کو بطور مستدل پیش کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] شمس الدين ابو الخير محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن ابى بكر بن عثمان بن محمد السخاوى، الجواهر الدرر فى ترجمة الشيخ الاسلام ابن حجر (بيروت: دار ابن حزم للطباعة والنشر و التوزيع، 1999). ج1، ص108۔

[2] عبد الرؤوف الميناوي ,اليواقيت والدرر في شرح نخبة ابن حجر ,تحرير المرتضى الزين أحمد,ط:1. (الرياض: مكتب الرشد, 1999).ص 18۔

[3] احمد بن على بن محمد بن حجر العسقلانى ,رفع الاصر عن قضاة (مصر: مكتبه الخانجى, 1998)ج1، ص62

[4] السخاوى, الجواهر الدرر فى ترجمة الشيخ الاسلام ابن حجر.ج3، ص 1194، 1195۔

[5] ا أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني, الإصابة في تمييز الصحابة, تحرير عادل أحمد عبد الموجود و على محمد معوض, 1 ط. (بيروت: دار الكتب العلمية, 1415).ج5، ص 39۔

[6] سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير اللخمي الشامي، أبو القاسم الطبراني ,المعجم الأوسط ,تحرير عبد المحسن بن إبراهيم الحسيني (القاهرة: دار الحرمين, بدون السنة).ج9، ص 107۔

[7] أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي، الموصلي ,مسند أبي يعلى,ط:1. (دمشق: دار المأمون للتراث, 1404).ج10، ص 343۔

[8] الدارمي ,صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان.ج4، ص 363۔

[9] أحمد بن عمرو بن عبد الخالق بن خلاد بن عبيد الله العتكي المعروف البزار ,مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار ,تحرير وصبري عبد الخالق الشافعي,ط:1. (المدينة المنورة: مكتبة العلوم والحكم, 2009).ج14، ص338۔

[10] البزار، مسندالبزار، ج14، ص338۔

[11] العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج3، ص356۔

[12] الأصبهاني ,معرفة الصحابة.ج3، ص 1502۔

[13] محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة البخاري, التاريخ الكبير (حيدر آباد - الدكن: دائرة المعارف العثمانية, بدون السنة).ج4، ص 305۔

[14] البزار ,مسند البزار .ج15، ص16۔

[15] الحاكم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدويه بن نُعيم بن الحكم الضبي الطهماني النيسابوري ,المستدرك على الصحيحين, تحرير مصطفى عبد القادر عطا,ط:1. (بيروت: دار الكتب العلمية, 1411).ج3، ص280۔

[16] العسقلاني, الإصابة في تمييز الصحابة, ج7، ص 145۔

[17] محمد بن إسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري ,صحيحُ ابن خُزَيمة ,تحرير الدكتور محمد مصطفى الأعظمي,ط:2 . (المكتب الإسلامي, 1424).ج2، ص 1027۔

[18] أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني ,سنن أبي داود ,تحرير شعَيب الأرنؤوط و محَمَّد كامِل قره بللي,ط:1. (دار الرسالة العالمية الطبعة, 1430).ج2، ص 454۔

[19] العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج3، ص 361۔

[20]البغدادي, تاريخ بغداد.ج3، ص 356۔

[21]النيسابوري ,صحيحُ ابن خُزَيمة.ج1، ص206۔

[22]البزار ,مسند البزار .ج4، ص132۔

[23]الخطيب بغدادى ,تاريخ بغداد للخطيب بغدادى,ط:1.(بيروت: دار النشر الغرب الاسلامى 1422).ج3، ص356۔

[24]العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج4، ص 326۔

[25]علي بن أبي الكرم محمد بن محمد الشيباني الجزري، عز الدين ابن الأثير ,أسد الغابة (بيروت: دار الفكر, 1409)3، ص 415۔

[26]عبد الله بن المبارك بن واضح الحنظلي، التركي ثم المرْوزي ,الزهد والرقائق لابن المبارك،,تحرير حبيب الرحمن الأعظمي (بيروت: دار الكتب العلمية الطبعه, بدون السنة).ج1، ص 444۔

[27]البيهقي, أبو بكر أحمد بن الحُسَين بن عليٍّ. *السنن الكبير*. تحرير الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي. 1 ط. (مركز هجر للبحوث والدراسات العربية والإسلامية, 1432.)ج5، ص 404۔

[28]النيسابوري ,صحيحُ ابن خُزَيمة.ج1، ص 588۔

[29]ايضاً.ج1، ص 588۔

[30]محمد بن يزيد القزويني ,سنن ابن ماجه،تحرير شعيب الأرنؤوط وآخ.,ط:1(دار الرسالة العالمية, 1430).ج2،ص 388۔

[31]الشيباني ,مسند الإمام أحمد بن حنبل.ج39، ص 59۔

[32] العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج4، ص 50۔

[33]الشيباني ,مسند الإمام أحمد بن حنبل.ج39، ص59۔

[34]أبو نعيم أحمد بن عبد الله بن أحمد بن إسحاق بن موسى بن مهران الأصبهاني ,حلية الأولياء وطبقات الأصفياء ,ط:1. (مصر: السعادة - بجوار محافظة, 1394).ج2، ص12۔

[35]البيهقي, شعب الإيمان.ج4، ص478۔

[36]البخاري ,التاريخ الكبير.ج5، ص440۔

[37]عبد الجبار صهيب ,المسند الموضوعي الجامع للكتب العشرة.2013 ,الكتاب غير مطبوع،ج11، ص365۔

[38]العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج6، ص 35۔

[39]النيسابوري ,صحيحُ ابن خُزَيمة.ج1، ص 590۔

[40]القزويني ,سنن ابن ماجه ت الأرنؤوط.ج2، ص 242۔

[41]الشيباني ,مسند الإمام أحمد بن حنبل.ج39، ص 35۔

[42]الطبراني ,المعجم الكبير.ج4، ص251۔

[43]العسقلاني ,الإصابة في تمييز الصحابة.ج7، ص17۔

[44]البيهقي ,السنن الكبير.ج6، ص179۔

[45]الشيباني ,مسند الإمام أحمد بن حنبل.ج33، ص436۔

[46]أحمد بن شعيب النسائي, المجتبى من السنن = السنن الصغرى للنسائي,ط:2. (حلب: مكتب المطبوعات الإسلامية, 1406).ج4، ص181۔